قافلہ معاد
مدیر اعلیٰ کے قلم سے

آہ! مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ

جمعیت علماء اسلام پاکستان کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی گزشتہ روز طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے' انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کی عمر ۱۰۰ برس کے لگ بھگ تھی اور وہ ۱۹۶۲ء سے جمعیت علماء اسلام پاکستان کے امیر چلے آ رہے تھے۔ مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ جنہیں پاکستان کے دینی و علمی حلقوں میں حضرات درخواستیؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے' عالم اسلام کی ممتاز علمی شخصیات میں شمار ہوتے تھے اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ بے پناہ شغف اور بے شمار احادیث زبانی یاد ہونے کے باعث انہیں حافظ الحدیث کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ان کا تعلق ضلع رحیم یار خان کی بستی "درخواست" سے تھا' جس کے باعث وہ درخواستی کہلاتے تھے۔ انہوں نے دینی تعلیم اپنے گاؤں میں اور بعد میں دین پور شریف میں حاصل کی جو اپنے وقت کے ولی کامل اور مجاہد تحریک آزادی حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کا مرکز تھا اور اب بھی ان کا خاندان اس روحانی مرکز کو آباد رکھے ہوئے ہے۔ حال ہی میں جرمن وزارت خارجہ کے ایک سابق ڈپٹی سیکرٹری نے اپنی یادداشتوں میں اس تحریک آزادی کا ذکر کیا ہے جو شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے منظم کی تھی اور جس کے تحت جرمن' ترک اور افغان حکومتوں نے مل کر برطانوی استعمار سے برصغیر پاک و ہند کی آزادی کے لیے مجاہدین آزادی کی عملی امداد کا اہتمام کرنا تھا' لیکن قبل از وقت منصوبہ کے انکشاف کے باعث یہ تحریک ناکامی سے ہمکنار ہو گئی تھی۔ دین پور شریف اس تحریک کے اہم مراکز میں سے تھا اور حضرت خلیفہ غلام محمدؒ کو

تحریک کے راہنماؤں میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ بھی اس تحریک کے کارکنوں میں سے تھے اور کبھی کبھی اس دور کے واقعات مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔ یہ ان کا طالب علمی کا دور تھا' لیکن اپنے شیخ و مربی حضرت خلیفہ غلام محمدؒ کے حوالہ سے تحریک آزادی کے کاموں میں بھی شریک رہتے تھے۔ وہ بنیادی طور پر تعلیم و تربیت کے میدان کے بزرگ تھے۔ انہوں نے ساری زندگی قرآن کریم اور حدیث رسول کا درس دیا اور لاکھوں تشنگان علوم کو علوم نبوت سے سیراب کیا۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت اور ذکر اللہ کی تلقین ان کا خصوصی ذوق تھا اور بڑے بڑے علماء اور مشائخ ان کی روحانی مجالس میں بیٹھنے کو سعادت سمجھتے تھے۔ میں نے سب سے پہلے انہیں ۱۹۶۰ء میں دیکھا' جب وہ میرے حفظ قرآن کریم کی تکمیل پر ہمارے قصبہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں تشریف لائے اور میرا آخری سبق سننے کے ساتھ ساتھ ختم قرآن کریم کی تقریب سے ایمان افروز خطاب بھی فرمایا۔ اس کے بعد ان سے مسلسل تعلق رہا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات کی حیثیت سے ان کے ساتھ خلوت و جلوت اور سفر و حضر میں سالہا سال کی رفاقت نصیب رہی اور میں اسے اپنے لیے توشہ آخرت سمجھتا ہوں کہ جماعتی' دینی و سیاسی معاملات میں آخر وقت تک مجھے ان کا اعتماد اور شفقت حاصل رہی۔

حضرت درخواستیؒ کو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی وفات کے بعد علماء کرام نے اپنی امارت کے لیے منتخب کیا اور وہ نظام العلماء پاکستان کے امیر چنے گئے' جو ایوب خان مرحوم کے مارشل لاء کے دور میں سیاسی جماعتوں پر پابندی کے باعث جمعیت علماء اسلام کی جگہ مذہبی امور کی انجام دہی کے لیے قائم کی گئی تھی اور پھر ۶۲ء میں مارشل لاء کے خاتمہ کے بعد سیاسی جماعت کے طور پر جمعیت علماء اسلام کی بحالی پر وہ اس کے امیر چنے گئے۔ ان کی امارت میں کام کرنے والوں میں مولانا مفتی محمودؒ' مولانا عبدالحقؒ' مولانا غلام غوث ہزارویؒ' مولانا عبیداللہ انورؒ' مولانا سید گل بادشاہؒ' مولانا سید محمد شاہ امروٹیؒ اور مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئیؒ جیسے اکابر علماء شامل رہے ہیں جو مجالس میں ان کے سامنے دو زانو بیٹھتے اور ان سے راہنمائی کے طالب ہوتے۔ ۷۶ء کی بات ہے کہ جمعیت علماء اسلام کے ایک حلقہ کی طرف سے تجویز آئی کہ حضرت درخواستیؒ کی علالت اور ضعف کے باعث انہیں جمعیت کا سرپرست

بنا دیا جائے اور مولانا مفتی محمودؒ کو امیر منتخب کیا جائے۔ شیرانوالہ لاہور میں جمعیت کی جنرل کونسل کے کھلے اجلاس میں مولانا مفتی محمودؒ نے اس تجویز کی شدید مخالفت کی اور کہا کہ حضرت درخواستیؒ کی موجودگی میں ہم کسی اور کی امارت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہ بات مولانا درخواستیؒ کی بزرگی اور راہ نمائی پر اپنے دور کے اہل علم کے بھرپور اعتماد کا مظہر تھی اور ان کے علم و فضل کا اعتراف تھی۔ شدید علالت اور ضعف کے آخری چند سالوں کو چھوڑ کر حضرت درخواستیؒ پورے ملک میں متحرک رہتے تھے اور شاید ہی پاکستان اور بنگلہ دیش کا کوئی حصہ ایسا ہو جہاں انہوں نے بار بار علما کے جلسوں اور پبلک اجتماعات سے خطاب نہ کیا ہو۔ وہ جہاں جاتے، نفاذ اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے لیے علما اور کارکنوں کو ابھارتے، ان سے کام کرنے کا عہد لیتے، نمایاں کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کی دستار بندی کرتے اور دینی مدارس و مکاتب کے قیام کی طرف لوگوں کو توجہ دلاتے تھے۔ وہ ایک ایک دن میں دس دس اجتماعات سے خطاب کرتے اور اس طرح مسلسل سفر میں رہتے تھے کہ میرے جیسا نوجوان کارکن بھی چند دن سے زیادہ ان کا ساتھ نہیں دے پاتا تھا۔ ان کی زندگی کا مشن پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ، عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور قریہ قریہ دینی مدارس کا قیام تھا اور وہ جہاں جاتے اور جس مجلس میں ہوتے، ان کی گفتگو انہی مقاصد کے حوالہ سے ہوتی تھی۔ ان کا خطاب معروف معنوں میں سیاسی نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی مربوط گفتگو کا مزاج تھا، لیکن روحانی اور علمی شخصیت کا کمال یہ تھا کہ لوگ گھنٹوں بیٹھے ان کی غیر مربوط گفتگو کی چاشنی سے محظوظ ہوتے رہتے۔ بسا اوقات ساری ساری رات گزر جاتی اور جب وہ تقریر کے بعد دعا سے فارغ ہوتے تو پتہ چلتا کہ فجر کی اذان کا وقت ہوگیا ہے۔ وہ جھوم جھوم کر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کرتے تو ایک عجیب سماں کی کیفیت ہوتی۔ خود بھی روتے اور ساتھ ہی حاضرین کو بھی رلاتے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں کرتا ہوں اور ان کی احادیث سناتا ہوں تو مجھے وقت کا ہوش نہیں رہتا۔ یہ ان کے عشق رسولؐ کی علامت تھی۔

حضرت درخواستیؒ میرے مشفق امیر تھے۔ انہوں نے مجھے ہمیشہ اپنی شفقتوں اور اعتماد سے نوازا، لیکن میں ان کے ساتھ اس سے زیادہ وفا نہ کر سکا کہ جمعیت علماء اسلام میں

دھڑے بندیوں کے کئی دور آئے مگر میں ان کے علاوہ کسی اور کو اپنا امیر نہ مان سکا۔ شاید یہی ایک بات آخرت میں ان کے ساتھ رفاقت کا باعث بن جائے' آمین۔

آج میرا امیر مجھ سے جدا ہو گیا ہے اور میں وطن سے دور بہت دور گلاسگو کی مرکزی جامع مسجد میں بیٹھا ان کی یاد میں آنسو بہا رہا ہوں اور ان الفاظ کے ذریعے اپنے دل کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اے کاش وقت کے یہ بے رحم فاصلے درمیان میں نہ ہوتے اور میں ان کی آخری زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دیں اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں' آمین۔

(۲۹ اگست' ۹۴ء)

آہ! مولانا محمد سعید الرحمٰن علویؒ

میرے پرانے ساتھی اور معروف صاحب قلم مولانا محمد سعید الرحمٰن علویؒ گزشتہ روز اچانک حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال کر گئے' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم مجلس احرار اسلام اور جمعیت علماء اسلام کے بزرگ راہ نما حضرت مولانا محمد رمضان علوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند تھے' مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں سالہا سال تک طالب علمی کے دور میں ان سے رفاقت رہی' کئی اسباق میں ہم سبق بھی تھے' مطالعہ اور تحریر کا ذوق طالب علمی کے دور میں ہی نمایاں تھا اور فراغت کے بعد ہفت روزہ خدام الدین' ترجمان اسلام اور چٹان میں ایک عرصہ تک کام کرتے رہے۔ ان کے مضامین قومی اخبارات میں بھی شائع ہوتے تھے' حساس اور مضطرب دل کے حامل تھے اور اپنے احساس و اضطراب کا اظہار دو ٹوک انداز میں کر دیا کرتے تھے۔ کئی برسوں سے جامع مسجد دارالشفاء شاہ جمال کالونی لاہور میں خطابت کے فرائض سر انجام دے رہے تھے' متعدد تحریکات میں حصہ لیا اور جمعیت علماء اسلام میں بھی ایک دور میں خاصے متحرک رہے۔ ان کا اس طرح اچانک دنیا سے منہ موڑ جانا بے حد صدمہ کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں' آمین یا الہ العالمین۔

ان کے علاوہ پاکستان سے میری غیر حاضری کے دوران متعدد بزرگ داغ مفارقت دے